فقہ نور بخشیہ کی مشہور کتاب "الفقہ الاحوط" کا تحقیقی جائزہ

A Research Review of "Al-Fiqa al-ahwat", The famous Book of Fiqh Nurbakhshia

اکرام الدین[i] ڈاکٹر محمد ریاض خان الازہری[ii]

Abstract

Nurbakhshia is an Islamic sect associated with Mohammad Nurbakhsh.This is a series of tasawaf like other salasil of tasawuff But its individual and distinct feature is that, Syed Mohammad Nurbakhsh, the founder of this regard, laid a foundation for a permanent Islamic school of thought whose name is Al fiqh-al-ahwat. Ahwat means careful and reliable. Because the author stated that he worked out more carefully in the statement of mostly masa'il which he claims that he removed the usoole and forooe differences between umma according to the commandmends of Allah almighty and practices and manners of Prophet Muhammad (SAW). The book of fiqh-al-ahwat, consists of 51 chapters, starts from the Kitab al Taharat to Ba'b Al Hujb 'An alirs.Probably this book has been published after 812 AH.This book is actually written in Arabic.However, it has been translated into many languages. But a lot of efforts have been done in Persian and Urdu language.The author mentions a relevant verse of Quran and Hadith in the beginning of every chapter in his book. According to all the chapters, it is common to note that It seems like some of the fiqhi masails are taken from the FiqaJafariaa, and some seem closer to the four Sunni thought of schools especially Imam Shafi's Jurists. While mostly masaails are based on their own independent opinion. In this short article, we will give brief introduction to some masaails from different chapters compare some masa'ils with other school of thougts, as an example, in where their individual views are coming out, or in which the difference is possible.

Key Words: Fiqh Nurbakhashia, Al-Fiqa al-ahwat, Mohammad Nurbakhsh

i پی ایچ ڈی سکالر، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک اینڈ ریلیجیس سٹڈیز ہزارہ یونیورسٹی

ii اسسٹنٹ پروفیسر ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک اینڈ ریلیجیس سٹڈیز ہزارہ یونیورسٹی

اسلامی تاریخ کو یہ شرف حاصل ہے کہ اس کی علمی سر گرمیوں نے بے شمار مجتہدین وائمہ پیدا کئے جن کے علم سے آج بھی دنیا مستفید ہو رہی ہے۔ فقہاء خمسہ کے فقہی مکاتب ان کے طریقہ کار اور اصول فقہ کی تدوین کے ساتھ ساتھ اسی دور میں بعض دیگر ایسے ائمہ مجتہدین کے فقہی مکاتب بھی وجود میں آئے، جو اپنی قوتِ اجتہاد اور لیاقتِ استنباط میں نہایت اعلیٰ درجہ کے حامل تھے مثلاً امام ابو سعیدؒ، حسن بن یسار بصریؒ، امام اوزاعیؒ، امام سفیان بن سعید ثوریؒ، امام لیث بن سعدؒ، امام سفیان بن عیینہؒ، امام داؤد بن علی اصبہانی ظاہریؒ، امام اسحاق بن راہویہؒ وغیرہ لیکن ان حضران کا فقہی مسلک مدون نہ ہو سکا اسی لیے وہ مسالک موجودہ زمانے میں موجود نہیں ہیں، یوں ان کے پیروی کرنے والے لوگ بھی موجود نہیں، جبکہ بعض فقہی مکاتب فکر ایسے بھی ہیں جو اپنے شروع زمانے سے لیکر موجودہ دور تک کسی نہ کسی شکل میں موجود رہے ہیں اگرچہ اس کے ماننے والے حضرات معدودے چند کیوں نہ ہوں، اسی طرح کا ایک فقہی مکتبہ فکر آٹھویں صدی ہجری میں وجود میں آیا جو شاہ سید نور بخشؒ کی طرف منسوب ہے جنہوں نے اس نئے فقہی مذہب کی بنیاد ڈالی جو فقہ نور بخشیہ کے نام سے موسوم ہے اور آج بھی اس پر عمل کرنے والے موجود ہیں

سلسلہ نور بخشیہ کی تاریخ کا آغاز جزیرہ نمائے عرب کا مشرقی خطہ لحسا یا احسا سے ہوتا ہے، جو موجودہ ملک بحرین میں واقع ہے، جس کا ایک باشندہ سید عبداللہ جو وہاں سے ہجرت کر کے ایران کے شہر قائن میں آباد ہوا تھا، وہاں ان کے ہاں ایک بچہ پیدا ہوا جس کا نام انہوں نے سید نور بخش رکھا جو آگے جا کر ایک فقہی دبستان کے مؤسس کے طور پر سامنے آئے[1] ۔ ان کے علاوہ اس سلسلہ کی اہم ترین شخصیات میں شاہ ہمدان سید علی ہمدانی[2] اور میر شمس الدین عراقی[3] ہیں جن کی تعلیمات کی پیروی کیے بغیر اس سلسلے سے تعلق بے معنی ہے ان تینوں شخصیات کو نور بخشی حضرات مبلغین ثلاث یا محسنین ثلاث کے القاب سے یاد کرتے ہیں۔[4] البتہ ان میں امیر کبیر سید علی ہمدانیکی حیثیت بانی کی سی ہے اور یہ سلسلہ ان کو اپنا مؤسس مانتا ہے، اور سید نور بخش کی حیثیت فقیہ کی ہے جس نے اس سلسلہ کی فقہ مدون کی جبکہ موخر الذکر میر شمس الدین عراقی کی حیثیت محافظ اور مجدد کی ہے انہوں نے تبلیغ دین کو اپنا مشن بنالیا البتہ ان کی تصانیف اور تالیفات کا کوئی تذکرہ نہیں ملتا[5] ۔

سلسلہ نور بخشیہ اگرچہ دیگر سلاسل تصوّف کی طرح ایک سلسلۂ تصوف ہے لیکن اس کی انفرادی اور امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ اس سلسلے کے مؤسس شاہ سیّد محمد نور بخشؒ نے ایک مستقل فقہی دبستان کی بنیاد ڈالی جس کی بنیادی کتاب کا نام "الفقہ الاحوط" ہے جس کے بارے میں ان کا دعویٰ ہے کہ انہوں نے اہلِ اسلام کے درمیان موجود اصولی اور فروعی اختلافات کو ختم کر کے شریعتِ محمدیہ ﷺ کو بعینہٖ اسی طرح بیان کیا ہے جس طرح وہ خود حضور نبی کریم ﷺ کی حیاتِ مبارک میں تھی[6] ۔

مختصر تعارف فقیہ محمد نوربخشؒ

آپ کا نام سید محمدؒ اور لقب نوربخش تھا اور آپ کے والد کا نام بھی محمدؒ تھا۔[7] آپ کے دادا عرب کے علاقہ بحرین کے مشہور صوبہ قطیف کے رہنے والے تھے۔[8] انہوں نے قطیف کو خیر باد کہہ کر لحصا میں سکونت اختیار کی۔ اس شہر کا نام لحسا، الحسا یا لحصا بھی استعمال ہوا ہے۔ قاضی نوراللہ شوستری کے بقول میر سید محمد نوربخشؒ اپنے بعض کلام میں لحصویؔ بطور تخلص اختیار فرماتے تھے۔ میر محمد نوربخشؒ 15 شعبان المعظم 795ھ میں صوبہ قہستان کے شہر قائن کے ساوجان نامی گاؤں میں پیدا ہوئے۔ ایک اور تحقیق کے مطابق آپ کی تاریخ ولادت یوم الجمعہ 27 محرم 795ھ (مطابق 13 دسمبر 1392ء) ہے۔

سات سال کی عمر میں آپ نے قرآن مجید کا حفظ مکمل کر لیا[9] اور باقی علوم سیکھنے کی غرض سے معروف عالم دین اور عرفانی شخصیت علامہ فہد بن احمد حلیؒ سے حاصل کئے۔ علامہ فہد بن احمد حلی علم شریعت میں متبحر ہونے کے ساتھ ساتھ سلوک میں بھی خاص مقام رکھتے تھے۔ جبکہ ایک روایت کے مطابق سید صاحب نے بتدائی تعلیم گھر ہی میں والدین سے حاصل کی جبکہ تزکیہ نفس کے لیے سید علی ہمدانی کے خلیفہ خواجہ اسحاق ختلانی[10] کے ہاتھ پر بیعت ہوئے، بعد آزاں شیخ نے خواب یا غیبی اشارہ دیکھ کر آپ کو نوربخشؒ کے خطاب سے نوازا[11] اور پھر سید علی ہمدانی کا آخری خرقہ خود انہیں پہنا کر اپنے مسند پر بٹھایا اور جملہ خانقاہی امور آپ ہی کے سپرد کر دیے اور خود بھی ان سے بیعت ہو گئے اسی کو سید محمد نوربخش نے اپنے اشعار میں یوں بیان کیا:

پیرم و مرید خواجہ اسحق۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔آں شیخ شہید قطب آفاق[12]

"ہم خواجہ اسحاق کے پیر بھی ہیں اور مرید بھی وہ شیخ شہید اور قطب آفاق ہیں۔"

آپ صولغان نامی بستی میں 15 ربیع الاول (یا 14 ربیع الاول) 869ھ بروز جمعرات (بمطابق 15 نومبر 1464ء) کو 73 برس کی عمر انتقال فرمایا اور اپنے ہی باغ میں مدفون ہیں[13]۔

نوربخشیہ نام کی ابتداء

جب خواجہ اسحاق ختلانیؒ نے آپ کو نوربخش کا لقب عطا فرمایا تو اس کے بعد آپ میر نوربخش کے نام سے مشہور و معروف ہو گئے یوں اس کے بعد آپ کے ارادتمند نوربخشیہ کہلانے لگے جو اب بھی متداول ہے۔ میر نوربخش سے پہلے تک یہ سلسلہ ہمدانیہ کے نام سے موسوم تھا۔

تحریکِ نوربخشیہ کا دائرۂ اثر

مسلکِ نوربخشیہ کی اشاعت اپنے ابتدائی دور میں اتنی زیادہ نہیں ہوئی البتہ مرور زمانہ کے ساتھ ساتھ یہ سلسلہ بھی دنیا کے

اطراف واکناف میں پھیلنے لگا جو شاہ سید کے مریدوں اور خلفاء کے مرہون منت ہے۔ مختصر طور پر عراق کے علاقوں تک یہ دائرہ اثر پھیلتا گیا، جہاں آج کل وسطِ ایشیا کی آزاد مسلم ریاستیں قائم ہیں۔ختلان کے نواح میں بدخشان، ترمذ، کیس، قندوز اور بلخ جیسے علاقے نور بخشی اثر و نفوذ کے بنیادی علاقے تھے۔ خراسان کے دیگر شہروں جن میں نیشاپور، غزنی، ہرات، رے اور گیلان اہم ہیں جو بعد ازاں نور بخشی تحریک کا مرکز بنے رہے۔ لیکن اس تحریک کا زیادہ اثر عراقِ عجم کے علاقوں لورستان، شوستر، کرستان، کردستان، آذربائیجان اور تبریز کے علاقوں میں قائم ہوا۔یہی نہیں بلکہ نور بخشؒ کے خلفاء و مریدین کے توسط سے ترکی، مصر، یمن، ہندوستان اور کشمیر تک نور بخشیت کا پیغام پہنچا[14] سلسلہ نور بخشیہ کو ایران، کشمیر اور بلتستان کے علاقوں میں خوب پزیرائی ملی لیکن امتداد زمانہ اور تغیرات جہاں کی وجہ سے اب صرف بلتستان، مقبوضہ کشمیر اور لداخ کے بعض علاقوں تک یہ سلسلہ محدود ہے۔پاکستان کے چند بڑے شہروں میں ان علاقوں سے نقل مکانی کر کے آنے والے آباد ہیں۔ان شہروں میں کراچی، لاہور، اسلام آباد سرفہرست ہے، جہاں ہزاروں کی تعداد میں نور بخشی آباد ہیں۔اور انہی علاقوں میں آج بھی اس سلسلے سے منسلک افراد کی ایک کثیر تعداد موجود ہے[15] چونکہ اس سلسلہ کے پیروکار کشمیر اور بلتستان میں بکثرت موجود ہیں لہذا ان دونوں علاقوں میں اس سلسلے کے آغاز، نشر واشاعت کے حوالے سے الگ عنوان کے تحت جائزہ لیں گے۔

کشمیر اور بلتستان میں نور بخشیہ تحریک کی نشر واشاعت

بعض روایات کے مطابق کشمیر میں سب سے پہلے تحریک نور بخشیہ سید علی ہمدانیؒ کے توسط سے پہنچا۔اگرچہ اس وقت اس کا نام ہمدانیہ تھا یہ نام تو سید نور بخشؒ کے بعد معروف و مشہور ہوا، لیکن سید نور بخشؒ بھی سید علی ہمدانی کو اپنا پیشوا مانتے ہیں۔سید امیر کبیر نے اسلام پھیلانے میں بہت کوشش کی اس سلسلے میں دو بار بلتستان کا دورہ کیا۔آپؒ 783 میں بلتستان تشریف لائے اور تمام بلتستان میں اسلامی تعلیمات پر مشتمل اسلامی ثقافت کو پھیلایا۔ان کی مساعی کا تذکرہ کرتے ہوئے کاچو سکندر خان اپنی تصنیف قدیم لداخ میں کشمیر کے پہلے مبلغ کے طور پر حضرت بلبل شاہ کے ساتھ سید علی ہمدانیؒ کا بھی ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "حضرت بلبل شاہ کی وفات کے کئی سال بعد جناب سید علی ہمدانی دو مرتبہ کشمیر آئے۔آپ نے وسیع پیمانے پر تبلیغ اسلام کا فریضہ انجام دیا آپ کے بعد آپ کے فرزند ارجمند میر سید محمد ہمدانی نے کشمیر میں آکر یہاں کی سیر و سیاحت کی اور ساتھ ساتھ تبلیغ اسلام کے فرائض بھی سرانجام دئے[16] جبکہ بعض حضرات کہتے ہیں کشمیر میں سب سے پہلے اس سلسلہ کو شمس الدین عراقی نے متعارف کرایا۔اس کے بعد چک خاندان کے دور حکومت میں یہ سلسلہ کشمیر میں خوب پھیلا۔[17] بلتستان میں بھی سلسلہ نور بخشیہ کو سب سے پہلے عراقی نے ہی متعارف کرایا عراقی سن 911ء میں بلتستان آئے اور چھ ماہ قیام کیا۔چونکہ بلتسان کے لوگ نور بخش کے نام سے واقف تھے اس لیے عراقی نے اپنے آپ کو ان کا نائب کے طور پر پیش کرکے اپنے عقیدے کی تبلیغ کی[18]۔"

ہم بلتستان میں نور بخشی عروج وزوال کو یوں بیان کر سکتے ہیں کہ اس سلسلہ نے ترقی، عروج اور زوال کے تینوں ادوار دیکھے ہیں

"اول الذکر دور وہ ہے جس میں نور بخشی بزرگان کی انتھک کوشش اور محنت کی بدولت بلتستان اور کشمیر میں اسلام کی پیشرفت ہوئیجو امیر کبیر سید علی ہمدانیؒ کی ذات سے شروع ہو کر میر نجم الدین ثاقبؒ پر اختتام ہوئی۔ اس دور میں کثیر تعداد میں مساجد اور خانقاہیں تعمیر ہوئیں کشمیر وبلتستان میں بہت سے بت کدے مساجد میں تبدیل ہوئے۔ ہزاروں غیر مسلموں نے اسلام قبول کیا[19]۔"

میر دانیالؒ کے بعد کشمیر سے آہستہ آہستہ نور بخشیہ ختم ہوگئے بعض کو مرزا حیدر دوغلت کی سیاسی حکمت عملی کے تحت طاقت کے زور سے مذہب بدلنے پر مجبور کیا گیا جن لوگوں نے استقامت اختیار کی ان کو قتل کرادیا اور بعض جلاوطن ہوئے۔ جبکہ ان کے عروج کا دور شاہ سید محمد نور بخشؒ سے شروع ہوتا ہے جنھوں نے فقہ کی ایک ضخیم کتاب تدوین فرمائی۔ اس کتاب کی تدوین کی ضرورت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے رفع اختلاف امت اسلامیہ کو ہدف اصلی قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ تصوف کے دیگر سلاسل فقہ کے لحاظ سے کسی اور فقیہ کی طرف رجوع کرتے ہیں صرف مکتب نور بخشی ہے جن کی اپنی مستقل فقہ بھی ہے۔

کشمیر اور بلتستان میں نور بخشی اسلامی حکومت

نور بخشیہ مکتب فکر کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ ایک دور میں کشمیر اور بلتستان کے حکمران نور بخشی مکتب فکر سے تعلق رکھتے تھے چونکہ یہ سلسلہ دینی پہلو اور حکومت اسلامی رکھتے ہیں، برخلاف باقی سلاسل تصوف جہاں حکمرانی وسیاست کو اتنی اہمیت نہیں دیتے[20]۔

سلسلہ نور بخشیہ کا فقہی نظام

تصوف کے تمام سلسلوں میں سلسلہ نور بخشیہ واحد سلسلہ ہے جن کی اپنی الگ سے فقہ بھی ہے۔ اس سلسلہ کے پیر سید محمد نور بخش تصوف کے ساتھ ساتھ اپنا فقہی دبستان بھی رکھتے ہیں۔ ان کے پیروکاران کی لکھی ہوئی کتاب الفقہ الاحوط پر عمل پیرا ہیں۔ پہلے سے موجود فقہ کے علاوہ نئی فقہ کی ضرورت کیوں پیش آئی اس حوالے سے پروفیسر شہزاد بشیر لکھتے ہیں:

"میرے خیال میں سید محمد نور بخش کو ایک علیحدہ فقہی دبستان قائم کرنے کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ مشرق وسطی میں مغلوں کی یلغار کے بعد ایران اور وسط ایشیاء کی اسلامی معاشرت بہت مصیبتوں سے دوچار تھی جس کی وجہ سے فرقوں میں اختلاف بڑھتا چلا جارہا تھا سید محمد نور بخش کی پیدائش اسی زمانے میں ہوئی اور یہ ان کی روشن فکری اور ذہنی قابلیت کا ثبوت ہے کہ انہوں نے ان مسائل کو ایک نئے فقہی مسلک کی بنیاد ڈالنے سے دور کرنے کی کوشش کی"[21] کتاب مذکورہ کی

ضبط تالیف کی وجہ بیان کرتے ہوئے نور بخشیوں کے مشہور عالم دین علامہ محمد بشیر لکھتے ہیں "عہد نبوی میں رائج شریعت محمدیہ ہو بہو مذکورہ سلسلہ الذھب کے جملہ بزرگان دین، اہل کرامات اولیائے کرام اور ائمہ عظام علیہم السلام کے منور سینوں میں یکے بعد دیگرے ید ابید منتقل ہوئی اور جب شریعت محمدیہ کا یہ مجموعہ جناب سید العارفین حضرت شاہ سید محمد نور بخش موسوی قہستانی کے خزانہ علم، سینہ انور میں پہنچا تو انہوں نے ایک اشارہ غیبی اور الہام ربانی کا اظہار الفقہ الاحوط کے افتتاحی کلمات میں "ان اللہ امرنی" کے الفاظ سے کیا ہے۔ یہیں سے مجموعہ شریعت محمدیہ سینہ بسینہ منتقل ہونے کے ساتھ ساتھ کاغذ کی بھی زینت بن گئی[22]۔"

تعارف کتاب اور وجہ تسمیہ

فقہ احوط نور بخشیوں کی فقہی کتاب ہے جو کل 51 ابواب پر مشتمل ہے جو کتاب الطہارت سے لیکر باب حجب عن المیراث تک کے مباحث پر مشتمل ہے۔ اس کا نام فقہ احوط رکھنے کے حوالے سے جناب غلام حسن حسنو مقدمہ میں تحریر فرماتے ہیں:

" اس کا نام احوط ہے احوط کا مطلب احتیاط اور قابل اعتماد کے ہے کیونکہ مصنف نے بعض مسائل کے بیان میں حد سے زیادہ احتیاط سے کام لیا ہے" بلکہ ان کا یہ کہنا ہے جس مسئلے کے بارے میں امت میں اتفاق نہ پایا جاتا ہو اس کے بارے میں دوٹوک موقف اختیار نہیں کرنا چاہیے اور کسی ایک پہلو پر ضد کرنا درست نہیں[23]۔ اسی اصول کے تحت انہوں نے اس کتاب میں مسلک اعتدال کا التزام کیا ہے غالبا اسی بنیاد پر اس کا نام فقہ احوط پڑا گو مصنف نے خود اسے کسی نام سے موسوم نہیں کیا زمانہ تصنیف سے اب تک اس کا نام فقہ احوط ہی مشہور ہے[24]۔"

زمانہ تصنیف

اس کتاب کی تصنیف کب ہوئی؟ اس کے بارے میں میر سید محمد نور بخش رحمۃ اللہ علیہ کی کتب و رسائل سمیت تمام تذکرے خاموش ہیں تاہم تمام تذکرہ نویسوں کا اتفاق ہے کہ میر سید محمد نور بخش رحمۃ اللہ علیہ 795ھ میں پیدا ہوئے۔ 17 سال کی عمر میں تمام علوم و فنون میں متبحر ہو گئے تھے[25] یہ تقریباً 812ھ کے لگ بھگ کا واقعہ ہے۔ غالباً اسی دوران اس کتاب کی تصنیف عمل میں آئی۔ میر سید محمد نور بخشؒ خود اس کے دیباچے میں لکھتے ہیں:

"أُبَيِّنُ شَرِيْعَةَ مُحَمَّدِيَّةَ كَمَاكَانَتْ فِيْ زَمَانِهِ"

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب ان کی دوسری کتاب، کتاب الاعتقادیہ کی تصنیف سے پہلے لکھی گئی تھی) گویا اس کی تصنیف کے وقت میر سید محمد نور بخش رحمۃ اللہ علیہ کی عمر 18، 17 سال کے لگ بھگ تھی۔ یہ تحریر اس کتاب کے بارے میں پہلی بار ہمیں اطلاع فراہم کرتی ہے۔

دوسری بار ہمیں طبقات نوریہ اور تحفۃ الاحباب نامی کتابیں اطلاع دیتی ہیں کہ میر سید محمد نور بخشؒ کے ایک اہم مرید اور خلیفہ مولانا حسین کوکئیؒ تھے جو میر سید محمد نور بخش رحمۃاللہ علیہ کی اولاد کو تعلیم دینے پر مامور تھے، وہ انہیں فقہ کا درس دیتے تھے انہوں نے فقہ احوط عربی کے ابواب طہارت، نماز اور نماز کے فرائض، واجبات اور سنن کو فارسی میں ترجمہ کیا تھا میر سید محمد نور بخش رحمۃاللہ علیہ کی اولاد بالخصوص خواتین اسے پڑھنے اور یاد کرنے کو ترجیح دیتی تھیں[26]۔

تیسری بار اس کا تذکرہ میر شمس الدین عراقی (متوفی 932ھ) کی زبانی ملتا ہے جو تحفۃ الاحباب میں منقول ہے اس کتاب میں فقہ احوط کے متعدد اقتباسات ذکر کیے گیے ہیں۔ یہاں یہ بھی مذکور ہے کہ عراقی رحمۃاللہ علیہ جب دوسری بار ایران سے کشمیر روانہ ہونے لگا تو ان کے مرشد شاہ قاسم فیض بخش رحمۃاللہ علیہ نے اس کتاب کا ایک نسخہ مرزا الغ بیگ حاکم کابل کے لئے انہی کے ساتھ بھیجا عراقی کابل پہنچنے سے پہلے مرزا الغ بیگ کا انتقال ہوا تو وہ اس نسخے کو اپنے ساتھ کشمیر لے آیا[27]۔

فقہ احوط کے نسخے، تراجم اور شروحات کا مختصر جائزہ

فقہ احوط کو نور بخشی حضرات نے قرن اول سے ہی تعلیم و تعلم اور فقہی کتاب کے طور پر لیا ہے اور ان کے اہل علم و فضل نے اس کا فارسی اور اردو وغیرہ میں ترجمہ کیا جبکہ کئی اہل علم نے اس کی شرحیں لکھیں اور شعراء نے اس کا منظوم ترجمہ کیا۔ اس کتاب کا معتد بہ کام فارسی زبان میں ہوا ہے جبکہ عربی میں نہ ہونے کے برابر ہے لیکن آج کل اردو میں بھی کافی مواد موجود ہے اور یہ سلسلہ اب تک جاری ہے۔ البتہ ایک اہم بات یہ مشاہدہ میں آئی ہے کہ شروع کے کتابوں میں اکثر یہ معلوم نہیں ہوتا کہ مترجم یا شارح کون ہے ؟ اس کا کس زمانے سے تعلق ہے یا علمی، مذہبی یا خاندانی پس منظر کیا ہے ؟ جس کی وجہ سے بعض دفعہ بہت مغالطہ بھی ہوتا ہے اور اسی چیز کو لیکر بعض لوگوں نے غلط عقائد نور بخشیوں کی کتابوں میں شامل کیا ہے بہر حال ذیل میں ہم اس کے قدیم قلمی نسخوں کا جائزہ لیتے ہیں۔

عربی متن پر مبنی فقہ احوط کے مخطوطے

دنیا کے مختلف جگہوں میں فقہ احوط کے عربی متن پر مشتمل مخطوطات موجود ہیں جن میں سے بعض تو حکومتی لائبریریوں میں موجود ہیں جبکہ بعض نور بخشی لوگوں نے بڑی حفاظت اور مذھبی عقیدت سے سنبھال کر رکھا ہوا ہے جس کا مختصر جائزہ حسب ذیل ہے اس حوالے سے سب سے قدیم مکمل نسخہ جس کو تسلیم کیا گیا ہے اس میں کل 336 صفحات ہیں۔ کتاب صرف عربی متن پر مشتمل ہے۔ کتاب کے آخر میں ترقیمہ یوں لکھا ہوا ہے "بید اقل العباد محسن الاعتقاد میر عارف آگاہ قدس اللہ سرہ 19 محرم الحرام 1119ھ " یہ اب تک دریافت ہونے والا قدیم ترین قلمی نسخہ ہے[28]۔

دوسرا مکمل قلمی نسخہ جس میں کل 510 صفحات ہیں۔ کتاب پر باقاعدہ ترقیمہ موجود نہیں تاہم ایک جگہ 1145ھ کا سن مندرج ہے۔اسی طرح علی محمد ہادی کے پاس پانچ عربی قلمی نسخے محفوظ ہیں جس کے ترقیمہ میں روز دوشنبہ 1165ھ کی تاریخ درج ہے۔اس کے علاوہ ایک مخطوطہ جس میں کتاب الزکوۃ تک کے مباحث موجود نہیں البتہ اس سے آگے کے ابواب موجود ہیں[29] اس کے علاوہ ایک عربی نسخہ جو شروع سے آخر تک میر عبداللہ عراقی کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے جو خط نسخ میں لکھا گیا ہے[30]۔

اسی طرح مدرسہ شاہ ہمدان سکردو میں فقہ احوط کے سات قلمی نسخے موجود ہیں جن میں سے دو عربی متن پر مشتمل ہیں۔اس کے علاوہ برات لائبریری خپلو میں بھی اس کتاب کے چھ قلمی نسخے موجود ہیں۔ایک عربی مخطوطہ جس پر صفحہ نمبر نہیں لگا ہوا ہے تخمیناً کتابی تقطیع کے 1100 صفحات پر مشتمل ہونگے ہر صفحے پر آٹھ عربی کی اور آٹھ فارسی کی سطریں ہیں شروع میں ترقیمہ موجود ہے روز سہ شنبہ شعبان المعظم 1174ھ کو کتابت شروع ہوئی ہے اور مکمل ہونے کی تاریخ کٹی ہوئی ہے البتہ شروع سے آخر تک میر عبداللہ عراقی کی کتابت ہے۔ کہیں کہیں حاشیہ ہے جن میں مشکل الفاظ کے معانی درج ہیں[31] اس طرح ایک عربی مخطوطہ جو شروع سے آخر تک مکمل ہے۔ صفحہ اول کے تقریباً ایک تہائی اوپر ایک نہایت خوبصورت ڈیزائن کا پھول بنایا گیا ہے۔اس میں کل 747 صفحات ہیں۔ ہر صفحے پر عربی عبارات کی سات لائنیں اور فارسی ترجمہ کی بھی سات لائنیں ہیں۔ ترجمہ عام طریقے سے ہٹ کر افقی انداز میں کیا گیا ہے[32] اس کے علاوہ فقہ احوط کے مخطوطے مدرسہ شاہ ہمدان سکردو، برات لائبریری خپلو، تحقیقات فارسی اسلام آباد اور بیرون ملک لائبریریز میں موجود ہیں۔

فارسی زبان میں فقہ احوط کے تراجم اور شروحات

چونکہ فقہ احوط ان بلاد اور امصار میں زیادہ پھیلی ہے جن کی زبان فارسی رہی ہے اس لیے فقہ احوط کا فارسی زبان میں سب سے زیادہ ترجمے اور شروحات لکھی گئی ہیں۔اب ہم ان کی فارسی زبان میں کیے گئے چند ترجمے اور شروحات کا جائزہ لیں گے۔اس حوالے سے سب سے پہلے جو فارسی میں ترجمہ ہوا اس کی طرف تحفۃ الاحباب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ فقہ احوط کا ایک تلخیص و ترجمہ سید محمد نوربخش کے شاگرد مولوی حسین کوکئی نے فارسی میں کیا تھا جس سے وہ نوربخش کی اولاد اور مستورات کو تعلیم دیتے تھے یہ فقہ احوط کا فارسی میں اولین ترجمہ تھا لیکن یہ نسخہ کہیں دستیاب نہیں[33]۔

میر شمس الدین عراقی کا نسخہ

یہ نسخہ شروع سے آخر تک مکمل ہے جو عربی متن پر مشتمل ہے اور فارسی میں اس کی شرح کی گئی ہے،البتہ خط انتہائی بدصورت ہے۔اس کے علاوہ فارسی ترجمہ کے ساتھ ایک متن جس کی ضخامت 730 صفحات ہیں۔ صفحات پر 11 سے 14 سطریں

تک موجود ہیں۔ عربی متن کے ساتھ ساتھ فارسی ترجمہ بھی ہے، عربی عبارت پر اعراب نہیں البتہ جہاں کہیں آیات واحادیث ہیں ان پر اعراب لگے ہوئے ہیں۔ مترجم نے نام درج نہیں کیا بعض صفحات پر حواشی بھی ہے[34]۔

شرح فقہ میر علی

فارسی میں فقہ احوط کی یہ شرح میر علی رضا نے لکھی ہے شارح پہلے فقہ احوط سے ایک فقہی حکم نقل کرتا ہے پھر اسی کی تشریح کرتا ہے اور موقع محل کے اعتبار سے ماٰخذ و مصادر کا حوالہ بھی دیتا ہے، یہ شرح تقریباً پانچ سو صفحات پر مشتمل ہے اور غیر مطبوع ہے۔اس کا ایک قلمی نسخہ شگر بلتستان میں موجود ہے جسے میر عراقی نے 1136ھ سے 1156ھ کے دوران تحریر کیا ہے[35] یہ فارسی زبان میں فقہ احوط کے قلمی نسخوں کی تفصیل تھی اب فارسی زبان میں جو شروحات چھپ چکی ہیں ان کا جائزہ لیں گے۔

سراج الاسلام

سراج الاسلام کے نام سے فقہ احوط کا فارسی میں ترجمہ اور تشریح میر مختار اخیار نے کیا ہے یہ اکیاون ابواب کی ضخیم کتاب 620 صفحات پر مشتمل ہے، سراج الاسلام سب سے پہلے 1333ھ میں مطبع اعجاز حیدری متھرا ہندوستان سے شائع ہوئی ہے۔ شارح کا شرح کرنے کا انداز نہایت شاندار ہے وہ ایک یادو پیرائے لیتا ہے پہلے تحت اللفظ اس کا فارسی ترجمہ کرتا ہے پھر اس کی کبھی مختصر اور کبھی مفصل شرح لکھ لیتا ہے۔ سراج الاسلام کے حاشیہ کے متعلق نور بخشیوں میں اختلاف ہے کہ حاشیہ بھی مترجم کا ہے یا کسی اور کا؟ کیونکہ حاشیہ میں اکثر اہل سنت اور اہل تشیع کی کتابوں سے اقتباسات نقل کیے گئے ہیں۔ کتاب کے سرورق میں کتاب لاجواب فقہ امامیہ نور بخش معروف بہ سراج الاسلام لکھا ہوا ہے۔ نور بخشیوں کا کہنا ہے کہ مطبع اعجاز حیدری کا مالک شیعہ تھا اس لیے اس نے کتابت کے دوران اس میں تحریف کی ہے[36]۔

اردو ترجمہ یا شروحات

چونکہ نور بخشی حضرات فی زمانہ جہاں کثیر تعداد میں رہتے ہیں یہاں کی قومی زبان اردو ہے اس لیے نور بخشی علماء نے فقہ احوط کو اردو زبان میں ترجمہ یا تشریح کرنے کی ضرورت محسوس کی اس سلسلے میں نور بخشی عالم علامہ محمد بشیر براہ والے کی خدمات قابل تحسین ہیں جو خود مفتی بھی تھے ذیل میں فقہ احوط کا اردو ترجمہ و شروحات کا جائزہ لیا جائے گا۔

اردو ترجمہ

فقہ احوط کے عربی متن کا مکمل اردو ترجمہ علامہ محمد بشیر نے کیا ہے اس کا پہلا ایڈیشن کئی بار شائع ہوا۔ نظر ثانی اور تصحیح کے بعد دوبارہ یہ مرکزی انجمن صوفیہ نور بخشیہ نے اسلام آباد سے شائع کیا۔اب تک اس کے کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں[37] ۔ اب

سننے میں آیا ہے کہ مولانا موصوف نے اردو میں اس کی شرح کا کام بھی شروع کیا تھا لیکن ان کی وفات کی وجہ سے وہ منظر عام پر نہ آسکا البتہ اب کچھ لوگوں کی خصوصی دلچسپی کی وجہ سے اس کی پہلی جلد کمپوز ہو کر تیار ہے لیکن چھپ کر منظر عام میں نہیں آئی۔

تنویر السراج

فقہ احوط اردو ترجمہ کے ساتھ تنویر السراج کے نام سے دو جلدوں میں 1984ء کو قم ایران سے سید عباس کریسی [38] نے شائع کیا ہے اس کا اردو ترجمہ روشن علی ہندی نے کیا ہے، مترجم نے اس میں سید نوربخش کو ایک تقیہ گر مصلح ثابت کرنے کی کوشش کی ہے

فقہ احوط کا منظوم ترجمہ و تشریح

فقہ احوط کا مختلف لوگوں نے منظوم ترجمہ و تشریح بھی کیا ہے ذیل میں اس کا جائزہ پیش کیا جائے گا:

فارسی میں منظوم ترجمہ بلتستان کے سب سے بڑے فارسی گو شاعر اخوند سلطان بلغاری متوفی 1305ھ نے کیا ہے انہوں نے دو مختلف بحروں میں ترجمہ کیا ہے۔[39] اسی طرح ایک اور منظوم ترجمہ بحر متقارب مثمن مقصور یعنی "فعولن فعولن فعولن فعول" میں ہے یہ نہایت رواں منظوم ترجمہ ہے۔ ابھی تک اس کا صرف ایک نسخہ دستیاب ہوا ہے جو شروع سے باب الآذان تک ہے۔ اس کا آغاز ان اشعار سے ہوتا ہے:

"کنون مرکب عقل رازین نہم۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔توجہ بجولان گہِ دین نہم"

اور آخری شعر یہ درج ہے:

"بدانگ بانگ و قامت جماعت سہ تا۔۔۔۔۔۔۔معظم نشان ھای دین بی خطا"

اسی طرح ایک منظوم ترجمہ دریافت ہوا ہے جس میں کل 112 صفحات ہیں اور ہر صفحے پر اشعار کی تعداد مختلف ہے۔ اس میں ترقیمہ موجود نہیں ہے صرف اتنا لکھا ہے کتبہ العبد الراجی۔ اس کا آغاز اس شعر سے ہوتا ہے [40]۔

"معطی اواز عطا افروخت در جوفِ دماغ۔۔۔۔۔ مشعلِ عقل و خرد تابان تراز چارم چراغ"

اور آخری شعر یہ درج ہے:

"از کرم دادی ز نظم این مسائل اختتام۔۔۔۔۔۔ ختم عمر من ز رحمت کن بایمان انتظام"

اس کے علاوہ کچھ اور بھی منظوم تراجم موجود ہیں۔

فقہ احوط کے مسائل کا تحقیقی جائزہ: (اجمالی)

زیرِ نظر ریسرچ پیپر الفقہ الاحوط کے مکمل مضامین کے تعارف کا متحمل نہیں ہو سکتا لیکن ذیل میں اس فقہی کتاب کے

ابواب کا مختصر تحقیقی جائزہ پیش کیا جائے گا۔ نوربخشؒ کے فقہی آراء سے مکمل آگاہی حاصل کرنے کے لئے "الفقہ الاحوط" کا عمیق مطالعہ نیز دیگر کتبِ فقہ سے اس کا تقابل جائزہ بہت لازمی ہے[41]۔

مصنف اپنی کتاب کے ہر باب کے شروع میں متعلقہ ابواب کے حوالے سے قرآن کریم کی کوئی آیت کریمہ اور حدیث مبارکہ ذکر کرتے ہیں جس میں مذکور مسائل کی طرف اجمالا تذکرہ ہوتا ہے پھر آگے مسائل کا اجتہاد اور استنباط کرتے ہیں۔ تمام ابواب کے لحاظ سے یہ بات قدر مشترک ہے کہ بعض مسائل فقہ جعفریہ سے مستفاد معلوم ہوتے ہیں جبکہ بعض اہل سنت کے فقہاء اربعہ میں سے فقہ شافعی سے قریب تر دکھائی دیتے ہیں جبکہ اکثر مسائل ایسے ہیں جو ان کے آزادانہ رائے پر مبنی ہیں[42] اب ہم ذیل میں فقہ احوط کے چیدہ چیدہ مختلف ابواب سے چند ایسے مسائل کا اجمالی تعارف بطور نمونہ کے ذکر کریں گے جن میں ان کی اپنی انفرادی رائے سامنے آرہی ہے یا جس میں فقہی اختلاف کی گنجائش ہو ورنہ تو متفق علیہ مسائل کی تعداد بھی بہت زیادہ ہے۔ تاکہ یہ اشتباہ رفع ہو جائے کہ اس فقہ کے جملہ مسائل مختلف فیہ ہیں۔

کتاب الطہارہ

مصنف نے اس عنوان کے تحت قرآن کریم کی طہارت کے حوالے سے دو آیات کا تذکرہ کرنے کے بعد آگے طہارت کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے:

1　باطنی طہارت　　2　ظاہری طہارت

طہارت باطنی سے مراد کفر و شرک سے، دنیا اور اس میں موجود چیزوں کی محبت دوستی سے اپنے آپکو پاک رکھنا وغیرہ ہیں[43] جبکہ طہارت ظاہری کی پھر دو اقسام ہیں: i　طہارتِ صغریٰ (وضو)　　ii طہارتِ کبریٰ (غسل)

اس کے بعد طہارت صغریٰ اور کبریٰ کے فرائض، سنن اور مستحبات ذکر کئے ہیں وضو کے فرائض سات بیان کرتے ہیں جس میں چار فقہ حنفی کے ساتھ مطابقت رکھتے ہیں جبکہ اس کے علاوہ شروع میں نیت، موالات اور ترتیب کو بھی شرط قراد دیتے ہیں[44] اسی طرح سید محمد نوربخشؒ نے اسلام کے دیگر مکاتبِ فکر کے فقہاء کے برخلاف پاؤں کے مسح اور دھونے میں اسلام کے ہر مکتبِ فکر کے طریقے کو درست قرار دیا ہے۔ جبکہ اہل سنت صرف دھونے اور فقہ جعفریہ میں مسح کرنے کا حکم ہے۔ اسی طرح ان کے ہاں موزوں کے اندر پیروں کا مسح کرنا کافی ہے اور ان کو دھونے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر موزہ کشادہ ہو تو ان کے اندر ہاتھوں کو داخل کر کے مسح کرے اور اگر موزہ کشادہ نہ ہو تو موزوں پر ہی مسح کرنا جائز ہے[45]۔

نواقض وضو میں سے صرف مذی کے بارے میں لکھا ہے کہ اس سے وضو نہیں ٹوٹتا ہے کیونکہ یہ عام ابتلاء والی چیزوں کے

حکم میں ہے۔ کیونکہ یہ گرم مزاج رکھنے والوں کے لیے جوانی اور کنوارے پن کی حالات میں اس سے بچنا ایسا ہے جیسا کہ بہتے زخم والوں کے لیے زخم کی چھینٹوں سے بچنا اور یہ انتہائی دشوار کام ہے، لہذا معاف ہے جبکہ حنفیہ کے ہاں یہ نواقض وضو میں سے ہے۔ نیز مزید لکھتے ہیں کہ اگر منی یا مذی سے کپڑا لت پت ہو جائے تو بھی اس سے نماز پڑھنا جائز ہے[46]۔

واجبات غسل میں جنابت، حیض، نفاس اور استحاضہ کے علاوہ غسل میت بھی ہے یعنی غسل دینے والے پر بھی جنبی کے مانند غسل کرنا واجب ہو ہے[47] جبکہ فقہ حنفی میں میت کو غسل دینے والے پر غسل کرنا واجب نہیں البتہ مستحب ضرور ہے۔ فقہ احوط میں تیمم کے واجبات بھی پانچ ذکر کرتے ہیں جن میں نیت، چہرے کا مسح، ہاتھوں کا مسح، ترتیب اور موالات شامل ہیں[48]۔ جوٹھا پاک اور ناپاک ہونے کی بحث میں لکھتے ہیں کتا، خنزیر اور کافر کا جوٹھا خود ناپاک ہے اور دوسروں کو ناپاک کرنے والا ہے[49] جبکہ فقہاء حنفیہ کے ہاں کافر کا جوٹھا ناپاک نہیں۔ فقہ احوط میں سجدہ تلاوت کے حوالے سے مذکور ہے کہ قرآن مجید میں واجب سجدے صرف مندرجہ ذیل چار سورتوں میں ہیں۔ 1۔الم سجدہ 2۔ حم سجدہ 3۔ سورۃ النجم 4۔ سورۃ العلق۔[50] جبکہ باقی جگہوں یعنی سورۃ الاعراف، سورۃ الرعد، سورۃ الفرقان، سورۃ النحل، سورۃ بنی اسرائیل، سورۃ المریم، سورۃ الحج میں دو مقامات، سورۃ الفرقان، سورۃ النمل، سورۃ ص، اور سورۃ الانشقاق میں سنت ہے[51]۔

باب الصلوٰۃ

اس باب کے ذیل میں مصنف نے نماز اور اس سے متعلق مسائل کا ذکر کیا ہے، مسائل آذان کے بارے میں لکھتے ہیں کہ یہ مردوں کے حق میں فرض کفایہ اور عورتوں کے لیے جائز ہے۔ چاہے عورتیں انفرادی نماز ادا کر رہی ہوں یا اجتماعی، نیز آذان میں الصلوٰۃ خیر من النوم کہنا بدعت ہے۔ البتہ اگر صبح کی اذان سے پہلے یا بعد میں غافل لوگوں کو بیدار کرنے کی غرض سے یہ کلمات پڑھے جائیں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔[52] کلمات اذان فقہ جعفریہ کے مطابق ہیں لیکن محمد و علی خیر البشر زائد ہے جو کسی متداول فقہ میں نہیں اور ان کلمات کو اذان میں دو دفعہ کہنا ہے۔ جبکہ بعض حضرات اہل سنت کی طرح کے اذان کے قائل ہیں۔

حالتِ قیام میں ہاتھوں کے آداب کے ضمن میں فرمایا ہے کہ ہاتھوں کو رانوں کی سیدھ میں کھول کر رکھنا جائز ہے۔ ناف کے نیچے یا ناف کے اوپر اور چھاتی کے نیچے دائیں ہاتھ کو بایاں پر رکھنے کی صورت میں ہاتھوں کا باندھ کر رکھنا بھی جائز ہے۔ البتہ گرمیوں میں چھوڑ کر اور سردیوں میں باندھ کر پڑھنا اولی لکھا ہے[53]۔

قراءت کے حوالے سے فقہ نوربخشیہ میں یہ تفصیل بیان کی گئی ہے کہ مردوں کے لئے چاہے باجماعت نماز ادا کر رہا ہو یا بطور منفرد، صبح کی نماز، مغرب و عشاء کی پہلی دونوں رکعتوں میں قراءت کو جہراً یعنی دائیں بائیں جانب سننے کی حد تک آواز نکال کر

پڑھنا واجب ہے۔ جبکہ عورتوں کے لئے تمام نمازوں میں جہراً پڑھنا جائز نہیں مگر جماعت کی صورت میں جہری نمازوں میں جہراً پڑھنا جائز ہے۔[54] سورۃ الفاتحہ کے آخر میں آمین کہنا اس لیے مکروہ ہے کہ اکثر لوگ آمین پر سورۂ فاتحہ کا حصہ ہونے کا گمان کریں گے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے لہذا اس شک کو دور کرنے کی خاطر آمین کو چھوڑ دینا واجب ہے [55] ۔ نمازوں سے قبل اور بعد کی سنت رکعتوں کے حوالے سے نور بخشیہ کی کتاب زین المتقین میں دو نوافل ظہر قبل نماز ظہر کے آٹھ رکعت ہیں اور نوافل عصر آٹھ رکعتیں ہیں۔[56] جامع عباسی میں ہے کہ ہشت رکعت نافلہ ظہر است مقدم بر ظہر ہشت رکعت نافلہ عصر است مقدم بر عصر[57] جبکہ اہلسنت کے ہاں ظہر کے فرض سے پہلے چار رکعت سنت اور بعد میں دو رکعات ہیں۔

نماز کے دوران چھینکنے والے کو دعا دینے اور سلام کا جواب دینے سے نماز باطل نہیں ہوتی[58] ۔ سفر اور نماز قصر کے باب میں سفر کے مسائل کے ذیل میں ان کی کتاب فلاح المؤمنین میں لکھا ہے کہ حالت سفر میں لاچاری نہ ہو تو نماز پوری پڑھے ورنہ قصر ہے[59] اور اسی طرح فقہ احوط میں ہے پس مسافر مخیر ہے درمیان قصر واہتمام کے نیز اسی سلسلے کو آگے بڑھاتے ہوئے لکھا ہے کہ سفر معاصی میں قصر جائز نہیں اور حالت سفر میں جمع بین الصلوٰتین تقدیم اور تاخیر دونوں کیساتھ جائز ہے[60]۔ جبکہ فقہ حنفیہ میں دوران سفر قصر کرنا لازم ہے۔

اسی طرح فرائض نماز کے علاوہ بہت سے نوافل کی آدئیگی کے بڑے فضائل بیان کیے ہیں جس میں ایک نماز، نماز رغائب ہے جو بارہ رکعات پر مشتمل نفل نماز ہے جس کے ہر رکعت میں سورۃ الفاتحہ کے بعد سورۃ القدر تین مرتبہ اور سورۃ الاخلاص بارہ مرتبہ پڑھنا ہے اور نماز سے فراغت کے بعد حضور ﷺ اور ان کی آل پر درود پڑھنا ہے اس کے بعد سجدہ میں ستر مرتبہ رب اغفر والرحم وتجاوز عما تعلم پڑھنا ہے اس کے بعد دوسرا سجدہ کرنا ہے جس میں اسی عمل کو دوبارہ دہرانا ہے اس نماز کے پڑھنے کا وقت ماہ رجب کی سب سے پہلی شب جمعہ کو مغرب اور عشاء کے درمیان ہے[61]۔

نماز جنازہ کے فرض کفایہ ہونے کے قائل ہیں البتہ نماز جنازہ میں نیت اور چار تکبیریں واجب ہیں پانچ تکبیریں بھی پڑھ سکتے ہیں ہر دو تکبیروں کے درمیاں غیر متعین کسی دعا کا پڑھنا ہے اگر سات تکبیریں وقوع پذیر ہو جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں[62]۔

باب الزکوٰۃ

اس عنوان کے تحت مصنف نے زکوٰۃ کے حوالے سے مسائل ذکر کئے ہیں جس کا خلاصہ اس طرح ہے کہ حیوانات میں اونٹ، گائے اور بھیڑ بکریوں پر زکوٰۃ واجب ہے اور نباتات میں سے گندم، کھجور اور کشمش پر جب ان کی مقدار پانچ وسق تک پہنچ جائے تو زکواۃ واجب ہے اور پانچ وسق کی مقدار چھوٹے من کے لحاظ سے آٹھ سو من ہے اور چھ سو من وزن والے بڑے من

کے لحاظ سے پانچ وسق کی مقدار تین سو چھیالیس اور دو تہائی من کے لگ بھگ ہے اور معدنیات میں صرف سونا، چاندی پر زکواۃ واجب ہے۔ البتہ سونا اور چاندی کے زیورات پر کسی قسم کی زکوٰۃ واجب نہیں۔[63] اسی طرح گائیوں پر جب ان کی تعداد تیس ہو جائے ایک سال کا بچھڑا یا بچھڑی بطور زکواۃ دینا واجب ہے وجوب زکواۃ کے سلسلے میں بھینسوں کا حکم گائیوں جیسا ہے۔ نیز صدقۃ الفطر جس جنس سے بھی ادا کیا جائے پورا ایک صاع ہے اور صاع کی مقدار نو عراقی رطل ہے آٹھ رطل یا اس سے 5.33 رطل کی مقدار تک فطرہ جائز ہے وزن کے لحاظ سے یہ مقدار 695.33 درہم کے لگ بھگ ہے۔ فطرے کی بازاری قیمت کا ادا کرنا جائز ہے اور جنس کا نکالنا افضل صورت ہے۔[64] فقہ حنفی میں زیورات پر زکواۃ واجب ہے۔

باب الاعتکاف

اعتکاف کے حوالے سے نوربخشیہ کی رائے دیگر تمام ائمہ سے یکسر مختلف ہے چنانچہ ان کے ہاں اعتکاف کے لیے سب سے بہتر مسجد الحرام، پھر مسجد نبوی، پھر مسجد کوفہ اور اس کے بعد مسجد بصرہ ہے۔ اگر اعتکاف کے لیے یہ مسجدیں میسر نہ ہوں تو جامع مسجد بہتر ہے اگر یہ صورت بھی میسر نہ آئے تو ان مسجدوں کے سوا کسی بھی مسجد میں مکروہ طور پر اعتکاف جائز ہے۔[65] جبکہ دیگر فقہاء کے ہاں کسی بھی مسجد میں اعتکاف بلا کراہت جائز ہے البتہ اولیٰ اور غیر اولیٰ کی تصریح ضرور ہے۔

باب الحج

حج کے باب میں حج کی مشہور تین اقسام ذکر کرتے ہیں یعنی حج افراد، حج قرن، اور حج تمتع، اس باب کے ضمن میں فرماتے کہ نماز اور روزے کے تارک پر حج کرنا حرام ہے۔ اقسام حج کی افضلیت کا تذکرہ کرتے ہوئے تمام فقہاء بشمول فقہ جعفریہ کے اپنا الگ موقف اپنایا ہے چنانچہ ان کے ہاں حج کے تمام اقسام اجر و ثواب میں یکساں ہیں چنانچہ وہ لکھتے ہیں "اقسام حج کا بعض بعض افضل ہونے کا مسئلہ درگاہ الٰہی میں قبول ہونے سے تعلق رکھتا ہے چنانچہ جس حج کو اللہ قبول کرے وہی افضل ہے اللہ کا اسے قبول کرنا غیبی معاملہ ہے لہذا اللہ کے سوا کوئی بھی اس کو نہیں جان سکتا، رہا شخصی نسبت کا مسئلہ تو بعض نسبتیں دوسری بعض نسبتوں کے مقابلے میں قبولیت کی زیادہ مناسبت رکھتی ہیں یہ مسئلہ باوجود یہ کہ اس کے ذیل میں کوئی فائدہ نہیں ایک غیبی اٹکل پچو ہے اللہ نے کسی کو بھی اس مسئلے کے کھوج لگانے کا مکلف نہیں بنایا"[66] میقات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں مدینہ والوں کے لیے مقام ذوالحلیفہ میقات ہے اور اسی طرح عراق والوں کے لیے مقام ذات عرق، شام والوں کے لیے مقام جحفہ، نجد والوں کے لیے مقام قرن المنازل اور یمن والوں کے لیے مقام یلملم میقات مقرر ہے۔ محلل کا شکار محرم کے لیے اور محرم کا شکار محلل اور محرم دونوں کے لیے حرام ہے۔ نیز حالت احرام میں نکاح کرنا اور کسی کے نکاح کی گواہی دینا بھی حرام ہے[67] حاجیوں کے لیے قربانی کرنا مستحب ہے[68]۔

باب الجہاد

جہاد کی دو اقسام ہیں جہاد اصغر اور جہاد اکبر نفس کے خلاف جہاد جہاد اکبر ہے ہر دو کے لیے امام ضروری ہے جو مرد ہو، آزاد ہو، بالغ ہو عقلمند ہو، مسلمان ہو، صاحب عدل ہو علم والا ہو بہادر اور سخی ہو قریشی ہو بلکہ ہاشمی بلکہ علوی بلکہ فاطمی ہو۔اور اگر مذکورہ شرائط والا ہاشمی، علوی یا فاطمی نہ ملے تو اس کو امام بنایا بایں صورت درست ہو گا کہ وہ متقی ہو۔[69] اہل کتاب کو اسلام یا جزیہ دینے کا اختیار دینا ہجرت سے لے کر 800ھ تک تھا[70]۔

کتاب النکاح

نکاح کا باب بھی مشہور قرآنی آیت:

وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَى فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ[71]

سے شروع کیا ہے۔اور اس ضمن میں ایک حدیث نبوی:

النِّكَاحُ مِنْ سُنَّتِي فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي

"نکاح میری سنت ہے جو میری سنت سے روگردانی اختیار کرے وہ مجھ سے نہیں۔[72] "

سے شروع کرتے ہیں۔

مسائل نکاح کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ پسندیدہ نکاح کی دو اقسام ہیں۔i واجب ii مسنون

پھر غیر پسندیدہ نکاح کی بھی دو قسمیں ہیں ۔i۔ حرام ii۔ مکروہ

مکروہ اس شخص کے لیے لکھا ہے جو غیر شادی شدہ رہنے کی طاقت رکھتا ہو اور اس کی شادی سے وقتی اجتناب کر رہا ہو، طلب علم کے لیے ہو، یا اللہ کی معرفت کے لیے ایسے شخص کی صحبت اختیار کرے جو اس کے نفس کو پاک کرے اور یہی عمل اسکی شادی میں رکاوٹ بنے۔[73] جبکہ دیگر فقہاء کے ہاں نکاح ایک سنت عمل ہے۔

نکاح بغیر گواہ اور بغیر ولی کے صرف ایجاب اور قبول سے بھی منعقد ہو جاتا ہے۔ایجاب اور قبول ان دو لفظوں کے نام ہیں جو مرد اور عورت کی رضامندی پر دلالت کرتے ہیں ایجاب اور قبول کے لیے صحیح ترین صیغے نکاح، تزوج، نکاح، اور تزویج کے الفاظ ہیں اور اگر ایجاب و قبول مرد اور عورت کی رضامندی پر دلالت کرنے والے دیگر کسی لفظ سے وقوع پذیر ہو جائے تو درست ہے. عورت کا مہر قرآن پڑھانے یا کچھ مدت خدمت کرنا بھی ٹھہرا سکتے ہیں[74] جبکہ دیگر فقہاء کے ہاں دو گواہوں کے بغیر نکاح منعقد نہیں ہوتا؛

نکاح متعہ کے جواز کا حکم دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

" نکاحِ متعہ حاضر مہر کے عوض کسی گواہ کے بغیر منعقد ہونے والا دینِ اسلام کا ایک مشہور، جائز، درست اور وقتی نکاح ہے۔اور دلیل یہ نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں عقدِ متعہ کے متحقق ہونے سے کسی کو بھی انکار نہیں ہے۔اس حالت میں حضور اکرم ﷺ اس دنیا سے رحلت فرما گئے اور آپ ﷺ نے عقدِ متعہ میں کوئی ردوبدل نہیں کیا۔عقدِ متعہ میں ردوبدل کی صورت حال رسول اللہ ﷺ کی رحلت کے بعد رونما ہوئی تھی[75]۔"

جبکہ فقہاء حنفیہ کے ہاں نکاح متعہ جائز نہیں۔

کتاب الطلاق

کتاب الطلاق سے چند مسائل کا تذکرہ یوں ہے "طلاق بدعت، لغو اور باطل ہے" نیز طلاق بالتعلیق طلاق نہیں بلکہ قسم ہے اور طلاق بالتعلیق دینے والے پر قسم کا کفارہ واجب ہوتا ہے[76] ممالک عجم میں نیت کے بغیر طلاق وقوع پذیر نہیں ہو سکتی خواہ صیغہ طلاق صریح ہو یا کنایہ[77]۔کتاب الطلاق میں ایک ایسی صورت بھی ذکر کرتے ہیں جس کے بعد عورت شوہر کے لیے کسی صورت حلال نہیں نہیں رہتی بلکہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حرام ہو جاتی ہے۔چنانچہ لکھتے ہیں:

"اگر تین طلاقیں پڑ جانے کی وجہ سے میاں بیوی کے آپس جدائی ہو جائے پھر حلالہ وقوع پذیر ہو جائے اور شوہر اول اس سے دوسری دفعہ نکاح کرے پھر تین طلاقیں پڑ جانے کی وجہ سے دونوں میں دوسری دفعہ جدائی آگئی ہو پھر حلالہ واقع ہو جائے اور شوہر اول تیسری دفعہ اس سے نکاح کرے پھر تین طلاقیں پڑ جانے کی وجہ سے تیسری مرتبہ دونوں میں جدائی ہو جائے تو اس صورت میں یہ بیوی اس شوہر کے حق میں ہمیشہ کے لیے حرام ہو جائے گی[78]۔"

دودھ پلانے کے حوالے سے مذکور ہے کہ دودھ پلانے کی مدت مکمل دو سال ہے۔اکیس مہینوں سے کم دودھ پلانا ظلم ہے،اور اگر کسی خاص مصلحت کے پیش نظر دودھ پلانے کی مدت میں ایک یا دو مہینوں کا اضافہ کرے تو جائز ہے۔[79] جبکہ فقہاء حنفیہ کے مفتی بہ قول کے مطابق دو سال سے زائد دودھ پلانا حرام ہے۔

باب الظہار

یہاں بھی قرآنی آیت سے باب کا ابتداء کیا ہے۔باب ظہار میں بھی جمہور کے مسلک سے ہٹ کر یہ موقف اپنایا گیا ہے کہ کوئی شخص اپنی بیوی کے کسی عضوء بدن کو مدح اور عزت کے طور پر اپنی محرمات میں سے کسی ایک کے ساتھ تشبیہ دے تو یہ ظہار نہ ہوگا بلکہ ظہار کے لیے طلاق کی نیت ضروری ہے[80]۔اس کے علاوہ عرب اور عجم کے لحاظ سے صیغے الگ الگ ذکر کیے گئے ہیں۔ممالک عرب میں "انت علی کظھر امی" یا "انت علی کظھر اختی" یا ان جیسے محرمات میں سے کسی اور کا نام لے کر

ظہار کا معاملہ کرنا جبکہ ممالک عجم میں"انت امی،انت اختی،انت علی کامی"یا"انت علی کاختی"جیسے الفاظ سے ظہار کہلائے گا لیکن شرط سب میں طلاق کی نیت ہے[81]۔

باب المصارف یعنی اخراجات کے مسائل

اس باب کا خلاصہ یہ ہے کہ ضروری خرچ وخوراک دینا صرف شوہر ہونے، باپ ہونے، ماں ہونے، بیٹا ہونے، فرد مملوک ہونے اور اضطراری صورت حال کا شکار ہونے والے کسی فرد کی حالت کا پتہ چل جانے کے اسباب ہی کی وجہ سے آدمی کے لیے واجب ہو جاتا ہے[82]۔

عدت کا مسئلہ

جس عورت سے جنسی رابطہ قائم نہ کیا ہو اس کے ذمہ طلاق اور جدائی کی تمام صورتوں میں کوئی عدت لازم نہیں البتہ جس عورت کا شوہر فوت ہو جائے اس کے لیے چار ماہ دس دن عدت گزارنا واجب ہے اگرچہ جنسی ملاپ نہ ہوا ہو۔ لونڈی کے حق میں عدت دو ماہ اور پانچ دن ہے اور اگر حاملہ ہے تو وضع حمل سے عدت ختم ہو گی، اور جس عورت کا شوہر فوت ہوا ہو تو آزاد عورت کے حق میں تین طہر کا گزارنا لازم ہے بشرطیکہ وہ ماہواری آنے والی خواتین میں سے ہو قرء مجموعی طور پر حیض اور طہر دونوں کے اجتماع کا نام ہے نہ کہ ان میں ایک کا[83]۔

باب الایمان، والنذور، والعهود

اس باب کے حوالے سے لکھا ہے کہ ہر اس چیز کی قسم کھانا جائز ہے جس کی تعظیم سے اللہ کی تعظیم لازم آتی ہو۔ مثال کے طور پر نبی اکرم ﷺ، فرشتوں، قرآن پاک اور کعبہ وغیرہ کی قسم کھائے یا اپنی قسم کو سنگین بنانے کے لیے یوں کہے کہ میں خدا سے بے زار ہوں، میں قرآن سے بے زار ہوں یا میں کافر ہوں، بت پرست، آتش پرست ہوں یا میں یہودی ہوں یا نصرانی وغیرہ اسے سے بھی قسم کا وجود ہو سکتا ہے اور اگر وہ اپنے وعدے میں پورا ہوا تو اللہ پاک اس کو اچھا صلہ عطا کرے گا۔ اور ان تمام قسموں میں حانث ہونے کی صورت میں قسم کا کفارہ لازم ہوتا ہے[84]۔

اسی طرح کسی مومن کو کسی نقصان یا ظالم سے چھڑانے کے لیے جھوٹی قسم کھائے تو اس پر بڑے بڑے درجات مرتب ہوتے ہیں وعدہ کرنا بھی قسم کی مانند ہے اگر کوئی شخص وعدہ پورا نہ کرے تو اس پر قسم کا کفارہ واجب ہوتا ہے[85]۔

باب الحدود

ہر وہ جرم جس کی شرعا کوئی سزا مقرر کی ہوئی ہو وہ حد کہلاتی ہے اور جس جرم کی سزا کا تعین منصوص نہ ہو وہ سزا تعزیر

کہلاتی ہے۔ سزاوں کے سلسلے میں غیر محصن زانی کی حد سو کوڑے مارنا، جبڑا کھینچنا اور ایک سال کے لیے جلاوطن کرنا ہے۔ جبکہ عورت کے حق میں حد زنا بلا کسی جلاوطنی اور جبڑا کھینچنے کے صرف سو کوڑے مارنا ہے۔[86] جو شخص کسی مرد کو اپنی بیوی کے ساتھ بدکاری کرتے ہوئے دیکھے تو اسے ان دونوں کو قتل کرنے کا حق ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس پر کوئی گناہ نہ ہوگا[87]۔

قتل عمد کی دیت میں ترتیب یہ دی گئی ہے: i۔ سو اونٹ جبکہ ہر ایک دو دو سال کی عمر کا ہو۔ ii۔ سو گائے۔ iii۔ سو بڑی بڑی بکریاں یا سو چھوٹی چھوٹی بکریاں iv۔ سو ایسے کپڑے جس میں ہر ایک کی قیمت ایک گائے کی مالیت کے برابر ہو۔ v۔ ایک ہزار دینار۔ vi۔ دس ہزار درہم۔ اس سے آگے لکھتے ہیں قیمتوں میں وقت اور جگہ کے فرق پڑنے کی بناء پر اگر سونے کی ایک مثقال کی مالیت دس درہموں سے بڑھ کر ہو تو ایسی صورت میں بارہ ہزار درہم دیت ہے[88]۔ اگر کوئی مجرم حرم شریف میں پناہ لے لے اور وہ وہاں کا باشندہ نہ ہو تو حرم شریف میں اس سے قصاص لینے کا معاملہ نہیں کیا جائے گا لیکن مناسب یہ ہے کہ کھانے پینے کی چیزوں میں اس کو تنگ کیا جائے تاکہ وہ حرم شریف سے باہر نکل آئے اگر وہ شخص خود حرم کا باشندہ ہو یا حرم ہی میں کوئی جرم کرے تو ایسی صورت میں ہی اس سے قصاص لینے میں کوئی حرج نہیں۔ عورت کی دیت مرد کی دیت کا نصف ہے۔ غلام کی دیت اس کی قیمت ہے[89]۔

باب التجارہ

تجارت کے مسائل بیان کرتے ہوئے مکروہ صورتوں کے ذیل میں لکھتے ہیں:

"سمندر کی سیر کا معاملہ کرنا مکروہ ہے جانوروں کی جفتی کرانے کی اجرت لینا مکروہ ہے یعنی نر جانور کو کراس کرنے کے لیے اجرت پر دینا۔ جانور کو خصی کرانے کی اجرت بھی مکروہ ہے۔ ظالموں اور کافروں کے ساتھ معاملہ کرنا اگرچہ ذمی لوگ ہی کیوں نہ ہوں مکروہ ہے۔ فاسق لوگوں سے ان برتنوں کا معاملہ کرنا جنہیں شراب پینے کی عادت چلی آتی ہو نیز جو جو چیز فاسق لوگوں کو امداد بہم پہنچاتی ہو اور ان کی محفلوں کو آراستہ کرتی ہو یہ سب امور مکروہ کے ضمن میں شمار کیا ہے۔[90] میت کے فوت شدہ عبادتوں پر کسی شخص کو اجرت پر لینے کا جواز اور اس حوالے سے لکھتے ہیں کہ جو بھی عبادت اجیر اجرت لے کر میت کی طرف نیت کر کے بجالائے گا تو وہ عبادت وقوع پذیر تو اجیر کی طرف سے ہوگی مگر میت بھی بری الزمہ ہو جائے گا[91]۔"

نتائج بحث

سلسلہ نور بخشیہ کی تاریخ کا آغاز شاہ سید علی ہمدانی سے شروع ہوتا ہے۔ دراصل شروع میں یہ سلسلہ کبرویہ کی ایک شاخ کے طور پر ابھرا اور صوفی مسلک کے طور پر معروف ہوا، آگے جا کر سید نور بخشؒ نے ایک الگ فقہی مسلک کے طور پر متعارف کرایا اور فقہ احوط تحریر کی جو فقہی مسائل کی کتاب ہے۔ جس پر آج تک نور بخشی حضرات عمل کرتے ہیں۔ فقہ احوط اور

اس کے مصنف کے حوالے سے یہ بات اخذ کی جاسکتی ہے کہ سید محمد نوربخش اور نوربخشی حضرات کے مذہب کے بارے میں تین طرح کی آراء سامنے آئی ہیں۔ایک رائے کے مطابق وہ شیعہ ہی کی ذیلی شاخ ہے جبکہ دوسری رائے کے مطابق وہ اہل سنت کے مذہب کے زیادہ قریب ہیں اور تیسری رائے یہ ہے کہ ان کو الگ فقہی سلسلہ مانا جائے۔فقہ احوط کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مصنف نے اپنے وقت کے تمام متداول مسالک جیسے فقہ حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، اور فقہ جعفری و فقہ ظاہری اور وہ فقہاء جن کی فقہ مدون نہ ہو سکی ان سب کا بغور مطالعہ کیا ہے اور ان سب سے ایسے مسائل لئے ہیں جن پر زیادہ سے زیادہ اتحاد بین المسلمین کا امکان ہو۔ان کا دعوی ہے کہ جو شخص قبلہ کی طرف منہ کرکے نماز پڑھتا ہے وہ مسلمان شمار ہوگا۔

حواشی وحوالہ جات

1. شوشتری، نوراللہ، مجالس المومنین: 307 کتاب فروشی، ایران، طبع نامعلوم
2. حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ پیر کے روز 12 رجب المرجب 714ھ بمطابق 22 اکتوبر 1314ء کو ایران کے مشہور شہر صوبہ ہمدان میں پیدا ہوئے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی شہاب الدین اسی صوبے کے گورنر تھے جو اپنی ریاضت، تقویٰ اور خدا ترسی کی بناء پر مشہور تھے۔ہمدان ایک قدیم شہر ہے اور ایران کے صوبہ ہمدان کا دار لحکومت بھی ہے۔ہمدان کے شمال میں کواہ الوند نامی پہاڑ ہے یہ پہاڑ اپنے دامن میں چار سو بندگان خدا کو خاصان خدا میں تبدیل کر چکا ہے۔یہ پہاڑ ابدال اقطاب اور اغواث سے کبھی خالی نہ رہا۔آپ والد اور والدہ دونوں طرف سے سادات تھے(عبدالرحمن ہمدانی، سالار عجم 1 سادات ہمدانیہ ویلفیئر سوسائٹی پنجاب لاہور جنوری 1990/ ڈاکٹر محمد ریاض، حضرت میر سید علی ہمدانی(اردو) : 5 میل پبلیکیشنز لاہور 1975ء)
3. میر شمس الدین ایران کے علاقے گیلان میں 833ھ کو پیدا ہوئے۔آپ نے اپنی ابتدائی زندگی کے کچھ ایام میر سید محمد نوربخش کی خدمت میں گزار، نوربخش کی وفات کے بعد انہوں نے آپ کے نامور خلفا اور مریدوں سے استفادہ حاصل کیا۔یقینی بات ہے کہ آپ نے کوئی کتاب تصنیف نہیں کی، تحفۃ الاحباب میں آپ کی تمام سرگرمیوں میں اقوال وفرامین کا ذکر موجود ہے۔(تحفۃ الاحباب: 334)
4. غلام حسن حسنو، تاریخ بلتستان: 175، ویری ناگ پبلشر میرپور آزاد کشمیر فروری 1992
5. کشمیری، صوفی محمد بن ملا محمد، طبقات نوریہ: 16، مکتبہ قدوسیہ، کشمیری بازار لاہور (س۔ن)
6. مجالس المؤمنین: 303
7. شیرازی، محمد معصوم، طرائق الحقائق 1: 243
8. سوشتری، قاضی نوراللہ، مجالس المؤمنین: 143
9. مجالس المومنین: 313
10. خواجہ اسحاق ختلانی سید امیر علی ہمدانی کے مرید اور داماد تھے۔سید علی ہمدانی نے اپنی بیٹی ماہ خراسان کو آپ کے عقد میں دیا تھا۔826ھ میں خواجہ اور سید نوربخش نے مرزا شاہ رخ (م 850ھ) کے خلاف علم بغاوت بلند کیا جس کی وجہ سے شاہ رخ نے انہیں گرفتار کرکے خواجہ کو قتل کرادیا(تحفۃ الاحباب ترجمہ اردو تحفہ کشمیر: 568)

11 اسرار الشہود: 7 موسسۃ مطالعات وتحقیقات فرہنگی تہران

12 واردات قلمی: 6 (فارسی) سید محمد نوربخش قلمی برات لائبریری برق چھن بلتستان

13 مقالات مولوی محمد شفیع: 74، منقول از نسخہ دیوانِ نوربخش برٹش میوزیم انڈیا آفس فہرست کالم (Persian mss1265 95)

14 تحفۃ الاحباب اردو ترجمہ تحفہ کشمیر: 45

15 غلام مہدی، تاریخ وتعلیمات سلسلہ نوربخشیہ: 98

16 طبقات نوریہ: 141- 142

17 چک خاندان میں کل آٹھ بادشاہ گزرے ہیں ان کا پہلا بادشاہ غازی شاہ اور آخری بادشاہ یعقوب شاہ تھا ان کا دور حکومت 961ھ/1554ء تا 993ھ/1585ء ہے (تزک جہانگیری ترجمہ وحواشی اعجاز الحق قدوسی 2: 264، مجلس ترقی ادب کلب روڈ لاہور سن طبع 1970ء)

18 تاریخ بلتستان: 79

19 اُحمد حسن دانی، تاریخ شمالی علاقہ جات: 217

20 طبقات نوریہ: 132

21 مجالس المؤمنین: 305

22 مقدمہ الفقہ الاُحوط از مترجم علامہ محمد بشیر: 5

23 الفقہ الاُحوط، باب الصلوۃ: 118

24 جن جن کتابوں میں سید محمد نوربخش کا نام آیا ہے ان میں ان کی اسی فقہی کتاب کا نام الفقہ الاحوط آیا ہے 1932ء سے قبل کی تمام کتابوں میں یہی صورت ہے لیکن جب 1923ء میں یہ پہلی بار مطبع اعجاز حیدری متھرا سے شائع ہوئی تو مطبع والوں (پریس مالکان) نے فقہ امامیہ نوربخش معروف بہ سراج الاسلام کے نام سے شائع کیا ہے۔

25 مجالس المؤمنین 2: 38

26 تحفۃ الاُحباب: 51

27 مثلاً تاریخ فرشتہ، تاریخ ہندوستان، تاریخ کشمیر، تاریخ مکمل کشمیر وغیرہ۔ کاشغری الفقہ الاحوط کی بجائے ''احوط'' لکھتا ہے جسے عقائد کی کتاب قرار دیتا ہے جبکہ الفقہ الاحوط جیسا کہ نام سے ہی ظاہر ہے کہ فقہی کتاب ہے نہ کہ عقائد کی۔

28 الفقہ الاحوط کا یہ سب سے قدیم عربی مخطوطہ مولانا سید شمس الدین ساکن تھگس بلتستان کے پاس موجود ہے۔

29 یہ قلمی نسخہ بابو ابراہیم ساکن محلہ یرکھور تھلے حال مقیم سکردو کے پاس محفوظ ہے۔

30 مجموعہ رسائل قلمی از قلم میر خلیل الرحمن مملوکہ غلام حسن حسنو، وطبقات نوریہ، ص 45۔ یہ نسخہ مولانا محسن علی صاحب ہشوپی شگر کے پاس موجود ہے۔

31 یہ نسخہ مولانا علی محمد ہادی شگری کے پاس محفوظ ہے۔

32 یہ نسخہ بُوا ابراہیم ڈنس خپلو کا ہے جو اب ان کے بیٹے مولانا محمد تقی کی تحویل میں ہے۔

33 تحفۃ الاُحباب، اردو ترجمہ تحفہ کشمیر: 51

34 یہ محلہ خیر گرونگ خپلو کے پیش امام اخوند ہادی علی کے پاس ہے۔

35 یہ نسخہ علی محمد ہادی موضع شگر بلتستان کے پاس محفوظ ہے۔
36 یہ بات مشہور مترجم غلام حسن حسنو نے اینڈ رائیڈا پلیکشن کے مقدمہ میں ذکر کی ہے۔
37 نفس مصدر
38 سید عباس موضع کریس بلتستان میں پیدا ہوئے۔ چونکہ موصوف شیعہ تھے اس لیے یہ ترجمہ و تشریح مشکوک ہیں۔
39 نفس مصدر
40 ایک نسخہ اخوند صاحب کے پڑپوتے محمود احمد مفکر کے پاس اخوند صاحب کے گھر میں موجود ہے۔
41 چنانچہ راقم اپنے پی ایچ۔ڈی کا تھیسز بعنوان ''فقہ نوربخشیہ کا فقہ حنفیہ سے تقابلی مطالعہ'' پر تحقیقی کام کر رہا ہے جو عنقریب مکمل ہونے والا ہے
42 مجالس المؤمنین: 305
43 سراج الاسلام، میر مختار: 11
44 الفقہ الأحوط: 4
45 الفقہ الأحوط: 5
46 نفس مصدر: 14
47 الفقہ الأحوط: 17
48 نفس مصدر: 12
49 الفقہ الأحوط: 22
50 نوائے صوفیہ اسلام آباد، آپ کے مسائل اور ان کا حل، شمارہ 8 مئی 1995ء
51 نور المؤمنین: 59
52 الفقہ الأحوط: 31
53 نور المؤمنین: 47
54 الفقہ الأحوط: 53
55 نفس مصدر: 55
56 زین المتقین: 265
57 جامع عباسی: 79
58 الفقہ الأحوط: 57
59 فلاح المؤمنین: 88
60 الفقہ الأحوط: 95
61 نفس مصدر: 104
62 الفقہ الأحوط: 110
63 نفس مصدر: 124

64 الفقہ الأحوط:142
65 نفس مصدر: 160
66 الفقہ الأحوط:184
67 نفس مصدر: 176
68 الفقہ الأحوط:177
69 نفس مصدر: 194
70 الفقہ الأحوط:219
71 سورہ النساء5 : 3
72 الفقہ الأحوط: 232۔۔۔ سراج الاسلام، میر مختار:408
73 الفقہ الأحوط: 210
74 نفس مصدر: 219
75 الفقہ الأحوط: 233
76 نفس مصدر: 240
77 الفقہ الأحوط: 244
78 نفس مصدر: 247
79 الفقہ الأحوط:252
80 نفس مصدر :253
81 الفقہ الأحوط:253
82 نفس مصدر:257
83 سراج الاسلام: 496
84 نفس مصدر : 273
85 نفس مصدر : 275
86 سراج الاسلام: 278
87 نفس مصدر:280
88 الفقہ الأحوط: 286
89 سراج الاسلام: 544
90 الفقہ الأحوط:334
91 نفس مصدر: 241